سیکولرزم کی جڑ: انسانیت پرستی

محمد زاہد صدیق مغل

الحمد للہ وکفی والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ الی کذاب والسلام علی الہ واصحابہ اجمعین ومن اتبعہ الی یوم الدین. اما بعد: فقد قا ل اللہ تعالی فی کلامہ المجید: افرءیت من اتخذ الھہ ھواہ .صدق اللہ العظیم

اس مختصر مگر اہم مضمون میں ہم سیکولرزم کی اصل علمی بنیاد کا جائزہ پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔ سیکولرزم کی اصل انسانیت پرستی (Humanism) یعنی انسان کو عبد نہیں بلکہ آزاد (Autonomous) اور قائم بالذات (الصمد Self-determined) گردانناہے، دوسرے لفظوں میں انسان کو اصلاً عبد کے بجائے Human سمجھنا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سیکولرزم اس بات پر نہایت شدومد سے زور دیتی ہے کہ ایک عادلانہ معاشرتی تشکیل کے لئے ہمیں انسانیت کی سطح پر سوچنے کی ضرورت ہے نہ کہ کسی خاص مذہب، رنگ یا نسل وغیرہ کی بنیاد پر، یعنی معاشروں کی بنیاد ایسی قدر پر استوار ہونی چاہئے جو ہم سب میں مشترک ہے اور وہ اعلیٰ ترین اور بنیادی قدر مشترک شے اس کے نزدیک 'انسانیت' کے سواء کچھ نہیں ہوسکتی۔ سیکولر حضرات اپنے دعوے کی معقولیت ثابت کرنے کے لئے یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ 'آیا پہلے اور اصلاً ہم انسان ہیں یا مسلمان؟'۔ عام طور پر اسکا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اصلاً تو ہم انسان ہیں اور مسلمان بعد میں، یعنی مسلمان ہونے کیلئے پہلے انسان ہونا ضروری ہے جس سے ثابت ہوا کہ ہماری اصل انسانیت ہے نہ کہ مسلمانیت۔ یہی وہ تصور ہے جسکے ذریعے سیکولرزم مذہب کو فرد کا نجی مسئلہ بنا ڈالتی ہے کیونکہ انسانیت کو اصل قرار دینے کے بعد زیادہ معقول بات یہی دکھائی دیتی ہے کہ اجتماعی نظام کی بنیاد ایسی شے پر قائم کی جائے جو سب کی اصل اور سب میں مشترک ہو تا کہ زیادہ وسیع النظر معاشرہ وجود میں آسکے نیز اگر مذہب کی بنیاد پر معاشرہ تشکیل دینے کو روا رکھا جائے گا تو پھر ہمیں رنگ، نسل اور زبان وغیرہ کی بنیاد پر قائم ہونے والے معاشروں کو بھی معقول ماننا پڑے گا۔ انسان کی اصل انسانیت قرار دینے کے بعد مذہب کا نجی مسئلہ بن جانا ایک لازمی منطقی نتیجہ ہے اور یہی نقطہ تمام سیکولر نظام ہائے زندگی (چاہے وہ لبرلزم ہو یا اشتراکیت) کی اصل بنیاد ہے (سیکولرزم سے ہماری مراد ایسا نظام زندگی ہے جو وحی سے علی الرغم انسانی کلیات یعنی حواس وعقل وغیرہ سے تشکیل دیا گیا ہو)۔ اسی فکر کے تحت ہم اس قسم کے جملے سنتے ہیں کہ 'ہمیں انسانیت کے پیمانے پر سوچنے کی ضرورت ہے'، 'سب کے نظریات وخیالات کو عزت کی نگاہ سے دیکھنا چاہئے کیونکہ سب لوگ انسان ہیں'۔ حیرت انگیز اور افسوس ناک بات یہ ہے کہ ہمارے دینی مفکرین ٹی وی مباحثوں میں جب سیکولر حضرات سے گفتگو فرماتے ہیں تو انسانیت کی بنیاد پر اپنے دلائل قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں جسکی وجہ سے یا تو انہیں دوران گفتگو پے در پے شکست ہوتی چلی جاتی ہے اور یا وہ کمزور دلائل اور تاویلات کا سہارا لیتے دکھائی دیتے ہیں۔ درحقیقت انسانیت پرستی کو رد کئے بغیر مذہب کو اجتماعی زندگی میں شامل کرنے کی کوئی معقول علمی دلیل فراہم کرنا ممکن ہے ہی نہیں۔

آیئے ایک مرتبہ پھر اس سوال پر غور کریں کہ 'آیا پہلے اور اصلاً میں انسان ہوں یا مسلمان؟'۔ اس سوال کا واضح اور قطعی

جواب یہ ہے کہ 'میری حقیقت اور اصل مسلمان (بمعنی عبد) ہونا ہے جبکہ انسان ہونا محض میری مسلمانیت (عبدیت) کے اظہار کا ذریعہ ہے'۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ میری اصل عبد یعنی اللہ تعالی کی مخلوق ہونا ہے جبکہ میری انسانیت ایک حادثہ اور اتفاقی امر ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے یوں سوچیں کہ اگر میں انسان نہ ہوتا تو کیا ہوتا؟ ایک صورت یہ ہے کہ میں جن یا فرشتہ ہوتا، دوسری صورت یہ ہے کہ میں حیوانات، جمادات یا نباتات کی اجناس سے تعلق رکھتا۔ مگر میں کچھ بھی ہوتا ہر حال میں مخلوق ہوتا، یعنی اپنے وجود کی ہر ممکنہ صورت میں میری اصل مخلوق (عبد) ہونا ہی ہوتی، یہ اور بات ہے کہ میری عبدیت کا اظہار مختلف صورتوں میں ہوتا۔ مثلاً اگر میں پودا ہوتا تو میری عبدیت کا اظہار پودا ہونے میں ہوتی، اگر میں فرشتہ ہوتا تو یہ ملکوتیت میری عبدیت کے اظہار کا ذریعہ بنتی اور جب میں انسان ہوں تو میری انسانیت میری عبدیت کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ الغرض میرا حال تو تبدیل ہوسکتا ہے لیکن میرا مقام بہر حال مخلوق (عبد) ہونا ہی رہیگا اور یہ بہر صورت نا قابل تبدیل ہے۔ میرے وجود کی ہر حالت میرے لئے ان معنوں میں اتفاقی ہے کہ میں اپنی کسی حالت کا خود خالق نہیں بلکہ اللہ تعالی نے جس حالت میں چاہا مجھے میری مرضی کے بغیر تخلیق کر دیا۔ پس ثابت ہوا کہ میری اصل مسلمانیت (بمعنی عبدیت) ہے نہ کہ انسانیت۔ ہم نے عبدیت کو مسلمانیت سے اسلئے تعبیر کیا کیونکہ اصلاً تو ہر عبد مسلمان ہی ہوتا ہے چاہے وہ اسکا اقرار کرے یا انکار، اگر وہ اسکا اقرار زبان اور دل سے کر لیتا ہے تو مومن و مسلم (اپنی حقیقت اور اصل کا اقراد کرنے والا اور تابعدار) کہلاتا ہے اور اگر ماننے سے انکار کرے تو کافر (یعنی اپنی حقیقت کا انکار کرنے والا) ٹھرتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں کافر کوئی نئی حقیقت تخلیق یا دریافت نہیں کرتا بلکہ اصل حقیقت (مسلمانیت، یعنی اللہ تعالی کا بندہ ہونے) کا انکار کرتا ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ میری حقیقت عبد ہونا ہے اور انسانیت محض میری عبدیت کے اظہار کا ذریعہ ہے تو یہ سمجھنا بالکل آسان ہو گیا کہ میری انسانیت کا وہی اظہار معتبر ہوگا جس میں عبدیت جھلکتی ہو نہ کہ میری خود کی مرضی اور نفس پرستی۔ چونکہ اللہ تعالی کے نزدیک میری عبدیت کے اظہار کا واحد معتبر ذریعہ صرف اور صرف اسلام ہے، لہذا میری انسانیت معتبر تب ہی ہوگی جب میری زندگی کا ہر گوشہ اسلام کے مطابق ہو۔ اسی لئے اس نے فرمایا **ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه** (یعنی جو کوئی اسلام کے علاوہ کسی دوسرے طریقہ سے اپنی عبدیت کا اظہار کرے گا تو اللہ کے ہاں قابل قبول نہیں ہوگا) اور **ان الدین عند الله الاسلام** (یعنی اظہار عبدیت کا واحد معتبر طریقہ اللہ کے نزدیک اسلام ہے)۔ اس تفصیل کے بعد یہ سمجھنا بھی آسان ہو گیا کہ جب ہماری انسانیت محض اظہار عبدیت (اسلام) کا ذریعہ ہے تو اسکا اظہار زندگی کے ہر گوشے میں ہونا ضروری ہے چاہے اسکا تعلق میری نجی زندگی سے ہو یا اجتماعی زندگی سے۔

سیکولر حضرات جب انسانیت پرستی کا دعوی کرتے ہیں تو درحقیقت انسان کی عبدیت کا انکار کر کے اسے آزاد اور قائم بالذات تصور کرتے ہیں۔ یعنی اگر میں انسان کو عبد نہیں مانتا تو لامحالہ اسے آزاد مانوں گا کیونکہ اس دنیا میں انسان کے دو ہی مقامات ممکنہ طور پر تصور کئے جاسکتے ہیں، یا تو اسے عبد سمجھا جائے گا اور بصورت دیگر آزاد مانا جائے گا، ہر صورت میں اسکی حقیقت کے بارے میں ایک ایمان لانا لازم ہے اور اس ایمان کے بغیر کسی نظام زندگی کی ابتدا متصور نہیں ہوسکتی۔ جب انسان کو آزاد مانا جاتا ہے تو اسکا معنی یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے نفس کے سوا کسی اور کا تابع نہیں اور یہی وہ شے ہے جسے قرآن نے **من اتخذ الهه هواه** سے تعبیر کیا ہے۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم انسانیت پرستی کو اسکی تمام تر شکلوں میں کلیتاً رد کریں کیونکہ انسانیت کا غلبہ درحقیقت سرمایہ داری کی بالادستی کا دوسرا نام ہے جسکا لازمی نتیجہ عبدیت اور مذہب کا زوال ہے۔ ہمارا یہ دعوی محض نظریاتی یا خیالی دعوی نہیں، بلکہ مغربی دنیا میں جہاں جہاں بھی انسانیت پرستی کے مظاہر عام ہوئے (مثلاً سائنس و ٹیکنالوجی، نیشنلزم، لبرلزم، اشتراکیت وغیرہ کی شکل میں) وہاں مذہب ایک بالادست معاشرتی حقیقت نہیں بلکہ دیگر کھیل تماشوں کی مانند محض نفسیاتی سکون حاصل کرنے کا ایک ذاتی حربہ بن کر رہ گیا ہے۔ جسے مغرب میں اب Spritual Luxury کہا جانے لگا ہے۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں حقیقت حال سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ساحل اگست ۲۰۰۷ء